ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے | سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۵ | علی گڑھ | ایڈیٹر :- آل احمد سرور | ۱۵ جولائی ۱۹۵۶ء | نمبر ۱۴

ہاں اہلِ حشر ہے کوئی نقادِ سوزِ دل

پارلیمنٹ کے اگلے اجلاس میں ریاستوں کی تقسیم کا بل پیش ہو رہا ہے۔ اس بل کو تیار کرنے کے لئے پچاس ممبروں پر مشتمل ایک سلیکٹ کمیٹی (خصوصی کمیٹی) لوک سبھا اور راج سبھا کے ممبروں کی، دہلی میں جلسے کر رہی ہے۔ چونکہ لسانیاتی کمیشن نے لسانیاتی اقلیتوں کے لئے کچھ تحفظات تجویز کئے ہیں اس لئے انجمن ترقی اردو ہند نے اس مسئلے پر ایک نوٹ تیار کیا ہے اور انجمن کے کچھ نمائندے اس سلسلے میں خصوصی کمیٹی کے ممبروں سے عنقریب ملیں گے اور ان سے درخواست کریں گے کہ لسانیاتی اقلیتوں کے لئے تحفظات دستور کا جز قرار دئے جائیں۔ کیونکہ ریاستوں کی حکومتوں کے اعلانات کی پابندی نہیں ہوتی اور کسی کو یہ فکر نہیں کہ ان اعلانات کی پابندی کرائی جائے۔ اگر لسانیاتی اقلیتوں کے لئے تحفظات دستور کا جز بن گئے تو ریاستوں میں ان پر عمل درآمد کرانے کا معاملہ بہت آسان ہو جائے گا۔ اس سلسلے میں پارلیمنٹ کے تمام ممبروں کے پاس بھی ضروری مواد بھیجا جائے گا۔

دو سال سے زیادہ ہوئے انجمن ترقی اردو ہند کا ایک وفد صدر جمہوریہ سے ملا تھا اور ان کی خدمت میں ۲۱ لاکھ دستخطوں کے ساتھ یہ یادداشت پیش کی تھی کہ اترپردیش میں اردو کو علاقائی زبان قرار دیا جائے اس یادداشت کا صدر نے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ لوگ جناب داتار صاحب نائب وزیر داخلہ کے جواب کو صدر کا جواب سمجھتے ہیں۔ اول تو ابھی داتار صاحب کے جواب کے متعلق کوئی مصدقہ خبر ابھی نہیں ملی دوسرے نائب وزیر داخلہ کے جواب کو صدر کا جواب سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ صدر کو جو اختیارات دستور کی رو سے حاصل ہیں ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے، صدر ہی سے ہمیں پھر رجوع کرنا ہے۔

انجمن ترقی اردو ہند کا ایک اور وفد اگست میں صدر کی خدمت میں حاضر ہوگا اور اپنی یادداشت پر جواب اور فیصلہ چاہے گا۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ دوسرے اقدامات سے پہلے صدر سے پھر رجوع کریں۔ اس میں شک نہیں کہ زبانی ہمدردی کے باوجود عملی طور پر اردو کے لئے حکومت نے ابھی کوئی واضح اقدام نہیں کیا ہے۔ ریاستوں میں اردو کے حقوق کی پامالی جاری ہے۔ انجمن ترقی اردو ہند کی کوششوں سے کچھ اسکولوں میں اردو کی تعلیم کا انتظام ہوا ہے۔ ابتدائی درجوں کی کتابیں بھی فراہم کی گئی ہیں۔ کچھ اردو کے مصنفوں کو امداد بھی دی گئی ہے۔ مگر نہ تو عام طور پر ابتدائی درجوں میں اردو کی قرار واقعی تعلیم کا انتظام سرکاری طور پر ہوا ہے، نہ حکومت کے اعلانات اور مطبوعات اردو میں شائع ہوئے ہیں، نہ عدالتوں میں اردو میں عرضیاں لی جاتی ہیں۔ نہ شاہراہوں اور عام جگہوں پر اردو میں نوٹس بورڈ اور نشانات نظر آتے ہیں۔ اس لئے صدر کو اپنے اختیارات استعمال کرکے اردو کے ساتھ

انصاف کرنا چاہیے اور اس مہم کو سر کرنے کے لئے ہمیں تمام جائز اور آئینی ذرائع استعمال کرنے چاہئیں۔

اگر خدانخواستہ پارلیمنٹ اور صدر دونوں نے ہماری درخواست پر کان نہ دھرے اور اردو کے ساتھ انصاف نہ کیا تو ہمیں اکتوبر کی اردو کانفرنس میں آئندہ کے اقدامات پر غور کرنا ہے۔ اس کانفرنس میں انجمن کی شاخوں کے نمائندوں کے علاوہ اردو کے ممتاز ادیبوں اور کارکنوں اور تمام اہل الرائے اشخاص کو دعوت دی جائے گی۔ یہ ایک سنجیدہ اجتماع ہوگا جس میں عملی تجاویز پر غور کیا جائے گا۔ اردو داں طبقے میں اس وقت جو غم و غصہ ہے وہ ایک حد تک فطری ہے۔ مگر غم و غصے سے کام نہ چلے گا۔ اس چنگاری سے اردو کی جدوجہد کے لئے پیہم عمل کی حرارت پیدا کرنی ہوگی۔ ہم اس وقت تک اطمینان کا سانس نہ لیں گے جب تک اردو کے حقوق کو منوا نہ لیں گے۔ ہمیں ہندوستان کی کسی زبان سے کوئی بیر نہیں۔ ہم سب کی فلاح و بہبود چاہتے ہیں، ہمیں ملک کی سرکاری زبان ہندی سے بھی کوئی دشمنی نہیں۔ ہم ہندی کی ترقی چاہتے ہیں اور اس میں مدد کرنے کو تیار ہیں۔ مگر ہمارا پہلا فرض یہ ہے کہ ہم اپنی مادری زبان کی حفاظت کریں اور اس کی بقا اور ترقی کا سامان کریں۔ اس کے بغیر ہمارا ہی نہیں، ملک کا بھی تہذیبی نقصان ہوگا یہ کی جمہوریت ہر طبقے کی خوش دلی اور تعاون کے بغیر ممکن نہیں۔ اس وقت ملک کی اکثریت کا امتحان ہے۔ ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ پورے ملک کا مفاد اسے کس قدر عزیز ہے۔ اگر اقلیتیں غیر مطمئن اور ناآسودہ رہیں۔ اگر ان کی زندگی پراگندہ روزی پراگندہ دل، کے مصداق رہے تو پورے ملک کی ترقی رک جاتی ہے،

ملک کو آگے بڑھانے کے لئے اقلیتوں کو مطمئن رکھنا ضروری ہے۔ اس نیک کام میں دیر نہیں کرنا چاہیے ورنہ اس کی وجہ سے ہماری تہذیبی زندگی میں بڑی الجھنوں کا اندیشہ ہے۔ ہم نے اپنے "دل کے داغ" نمایاں کردئے ہیں اب "سوز دل" کے تعاون کا امتحان ہے۔

> براہ کرم خط وکتابت جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) کے نام سے کیجئے

ساہتیہ اکاڈمی کی نمائش

ساہتیہ اکاڈمی نومبر کے پہلے ہفتے میں ہندوستانی ادبیات کی ایک نمائش کر رہی ہے جو ہندوستان کی چودہ قومی زبانوں کے ادب پر مشتمل ہوگی۔ یہ نمائش اسی جگہ ہوگی جہاں گزشتہ سال صنعتی نمائش ہوئی تھی۔ نمائش میں لغات۔ حوالے کی کتابیں فلسفہ، نفسیات، مذہب، اجتماعی علوم، تاریخ سیاسیات، اقتصادیات، قانون، جغرافیہ اور سفرنامے، تعلیم، عوامی گیت، بشریات، طب، سائنس اور ریاضی، انجینئرنگ، زراعت، صنعت وتجارت، کھیل اور تفریحات فوٹوگرافی، سینما اور ریڈیو، موسیقی، مصوری اور دیگر فنون لطیفہ پر نمائندہ کتابوں کے علاوہ ادب کے حسب ذیل اصناف پر منتخب کتابیں بھی ہوں گی۔

(۱) شاعری (۲) ڈراما

(۳) ناول وافسانہ (۴) انشائے لطیفہ و تنقید

(۵) سوانح و خودنوشت سوانح (۶) ترجمے

(۷) لسانیات وقواعد (۸) بچوں کا ادب

نمائش کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ ہندوستان کی زبانوں میں اچھا ادب اور جدید انسانی ضروریات کے لئے علمی سرمایہ کس قدر موجود ہے۔ اردو بھی ان زبانوں میں شامل ہے۔ علاوہ نمائندہ اصناف پر کتابوں کے اردو کا پہلا مخطوطہ، پہلی مطبوعہ کتاب۔ لیتھو میں پہلی کتاب اور ٹائپ میں پہلی کتاب، مشاہیر کے نمائندہ خطوط اور ان کی نمائندہ تصاویر بھی ہوں گی۔

اس سلسلے میں ایک کمیٹی اردو کتابوں کی فہرست بنا رہی ہے۔ اگر "ہماری زبان" کے ناظرین اس سلسلے میں کچھ مدد کر سکیں تو وہ شکریہ کے ساتھ قبول کی جائے گی "ہماری زبان" اردو داں طبقے سے تعاون کی درخواست کرتا ہے کیونکہ ہمارا فرض یہ ہے کہ اردو کے علمی و ادبی سرمایے کو اہل نظر کے سامنے لاکر اردو کی جامعیت کو منوائیں اور اس کے ساتھ انصاف کے لئے فضا ہموار کریں۔ خط وکتابت ایڈیٹر ہماری زبان سے کرنی چاہیے جو اس کمیٹی کا کنوینر ہے۔

نوادر

آجکل اردو، فارسی اور عربی کی اچھی اور مستند کتابیں عام طور پر نہیں ملتیں۔ جو کتابیں برسوں پہلے چھپی تھیں وہ اب نایاب ہیں۔ اور اردو کے ادیبوں، معلموں طالب علموں اور دوسرے اہل ذوق حضرات کو معمولی کتابیں حاصل کرنے میں دشواریاں ہوتی ہیں۔

اس وقت بہت سے ذاتی کتب خانے ایسے ہیں جن میں پہلے تو کتابیں بڑے شوق سے جمع کی گئیں لیکن اب تو ان کا رکھ رکھاؤ مشکل ہو رہا ہے۔ کچھ لوگ ویسے بھی ذاتی کتابیں علیحدہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے تمام حضرات سے درخواست ہے کہ وہ انجمن ترقی اردو ہند کو ضرور ان کتابوں کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں۔ انجمن خود بعض کتابیں خریدے گی۔ اور بعض سرکاری کتب خانوں یا یونیورسٹیوں کو توجہ دلائے گی کہ وہ بھی یہ کتابیں خرید لیں۔ خاص طور پر تذکرے، دیوان، سوانح، تنقید، ادبی مقالات اور مستند ناول یا داستانیں، ادبی رسائل اور مشاہیر کے خطوط یا ان کے مسودے انجمن محفوظ کرنا چاہتی ہے۔

اطلاع دیتے ہیں کہ آندھرا پابندیں اردو کانفرنس راجمندری میں ۴ اور ۵۔ اگست کو منعقد ہو رہی ہے۔

ڈاکٹر ویریندر کمار ستیا وادی ممبر پارلیمنٹ پنجاب اور مولوی حبیب الرحمٰن سکریٹری انجمن ترقی اردو حیدرآباد کانفرنس کے پہلے اور دوسرے اجلاس کی بالترتیب صدارت کریں گے۔

غزل

دل کو کچھ کام نہیں غم کا گزر ہونے تک
بارے تسکین ہے اب ان کی نظر ہونے تک

جانے اس راہ سے کب بادِ صبا گزرے گی
ہم بھی بیٹھے ہیں تری راہگذر ہونے تک

دیکھیں اشکوں کا یہ طوفان کہاں رکتا ہے
موجِ خوں تو اٹھی دیدۂ تر ہونے تک

وضعِ مجنوں ہے ورے دشت نوردی کیا ہے
خاک پھیلا بھی ہیں بس خاک بسر ہونے تک

سر کو ٹکرا کے بھی اب اہلِ جنوں دیکھیں گے
دیر کیا لگتی ہے دیوار کو در ہونے تک

جاوید نہال

مراسلات

تعزیتی قرارداد

محمد فیاض صاحب فاروقی جوائنٹ سکریٹری اسلامیہ کالج اٹاوہ اطلاع دیتے ہیں:۔

منیجنگ کمیٹی کا یہ خاص جلسہ خان بہادر ڈاکٹر مولوی بشیر الدین صاحب مرحوم بانی اسلامیہ کالج اٹاوہ اور اڈیٹر "البشیر" کے سانحہ ارتحال پر اظہار افسوس کرتا ہے۔ مرحوم کی علمی، تعلیمی اور قومی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ موجودہ اسلامیہ کالج اٹاوہ مرحوم کا وہ قومی کارنامہ ہے جس کی مثال مشکل سے ملے گی اور جس سے ہندو مسلمان دونوں یکساں مستفید ہوئے اور ہو رہے ہیں اس درسگاہ کے پڑھے ہوئے ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض ممتاز ترین خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔ مرحوم کے علمی کارناموں میں قلمی کتابوں کا وہ نادر ذخیرہ ہے جس کو منیجنگ کمیٹی نے "بشیر میوزیم" کے نام سے موسوم کیا ہے جو علمی تحقیقات کے لئے ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ مرحوم اگرچہ ایک عرصے سے بوجہ کبرسنی اور معذوری ادارہ کے علمی خدمات سے سبکدوش ہو چکے تھے لیکن پھر بھی جب کبھی اٹاوہ میں کمیٹی کا ششماہی اور سالانہ جلسہ ہوتا تھا تو اس میں شرکت کر کے اپنے بہترین مشوروں سے کمیٹی کو ممنون فرمایا کرتے تھے۔ خدا مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر و رحمت فرمائے۔ آمین۔

اردو مجلس کا جلسہ

جناب محمد غالب صاحب فدائی

(باقی کالم ایک کے نیچے)

انجمن کی خبریں

سہاور

جناب احمد علی صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو شاخ سہاور اطلاع دیتے ہیں:

(۱) ۲۰ جون ۱۹۶۶ء کو انجمن ترقی اردو شاخ سہاور کے دفتر میں ایک ادبی نشست منعقد ہوئی۔ صدارت کے فرائض حکیم حشمت اللہ خاں صاحب نے انجام دئے۔ نشست کا آغاز مجاز مرحوم کی مشہور نظم "نذر علی گڑھ" سے ہوا۔ جسے احمد حبیب خاں اور محمود عارف خاں نے مل کر خوش الحانی سے پڑھا۔ اس نظم کے بعد محسن سہاوری نے پنڈت رام کشور دیاس ہوم منسٹر راجستھان کا اردو کنونشن والا خطبہ استقبالیہ پڑھ کر سنایا۔ پھر سب سے پہلے نقیب سہاوری نے اپنا مضمون "اردو ادب میں میر انیس کا مقام" پیش کیا۔ اس کے بعد عرفان اللہ خاں نے "مجاز" پر مضمون پڑھا اور اس کے بعد محسن سہاوری نے اپنا مزاحیہ مضمون "چندہ" سنایا۔

مضامین کا سلسلہ ختم ہو جانے کے بعد رہبر اور حکیم واصف القادری نے اپنا اپنا کلام پیش کیا۔ اور یہ دلچسپ نشست نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی۔

امروہہ

مقامی انجمن ترقی اردو کا سترہواں علمی ادبی اجتماع محلہ گنگوئی میں جناب عبدالماجد خاں صاحب کے دولتکدہ پر انعقاد پذیر ہوا۔ گزشتہ اجتماع کی کارروائی کی تصدیق اور اکرام الدین صاحب فاروقی کے مزاحیہ مضمون "میرا جگری دوست" کے بعد جناب مولانا سید صفی مرتضیٰ صاحب لیکچرر امام المدارس انٹر کالج نے ایک دلچسپ مضمون "مومن اور پردہ نشیں" سے حاضرین کی ضیافت طبع فرمائی۔ وقار احمد صاحب کیفی رضوی نے چکبست لکھنوی کی حریت پسندی اور وطن دوستی پر ایک گراں قدر مقالہ پڑھا۔

آخر میں امروہہ کے جواں سال و جواں فکر شاعر جناب عصری نے ایک طویل نظم "آواز درا" سے سامعہ نوازی فرمائی۔ جملہ تخلیقات پر صحت مند اور افادہ زا تنقید کے ساتھ جس میں کیفی صاحب، تاباں صاحب، مولوی صدرالدین احمد صاحب صدیقی، دل نواز احمد صاحب کیف، حافظ اقرار احمد صاحب، افتخار علی صاحب صدیقی اور بعض دیگر حضرات نے نمایاں حصہ لیا، انجمن کا یہ اجتماع رات کے ۲ بجے ختم ہوا۔

ختم جلسہ سے پہلے انجمن کی جانب سے سامعین پروگرام میں حصہ لینے والے حضرات اور جناب عبدالماجد خاں صاحب میزبان محفل نے شکریہ ادا کیا۔ اور موصوف نے جملہ حاضرین کی چائے اور پان سے تواضع کی۔

راجستھان

سکریٹری صاحب انجمن ترقی اردو راجستھان اطلاع دیتے ہیں:-

(۱) انجمن کے وفد کی چیف منسٹر صاحب راجستھان سے ملاقات کی تاریخ مقرر ہو گئی ہے۔ وفد ۸ جولائی کو موصوف سے مل کر اپنے مطالبات پیش کرے گا۔

(۲) راجستھان میں اب تک انجمن کی مندرجہ ذیل شاخیں قائم ہو گئی ہیں۔

(۱) کوٹہ ۲۔ ٹونک ۳۔ بال پورہ
(۴) دھول پور ۵۔ جھنجھنوں ۶۔ ہنڈون
(۷) ٹوڈہ بھیم ۸۔ جے پور ۹۔ جودھ پور

جنرل سکریٹری صاحب

جناب آل احمد صاحب سرور جنرل سکریٹری پچھلے مہینے انجمن کے سلسلے میں دہلی اور لکھنؤ تشریف لے گئے تھے۔ جہاں کی رودادیں شائع ہو چکی ہیں۔

اب ایک وفد لے کر جولائی کے پہلے ہفتے میں دلی جا رہے ہیں۔ اس وفد میں توقع ہے کہ خواجہ عبدالمجید صدر انجمن، ڈاکٹر عبدالعلیم، حیات اللہ انصاری، گوپی ناتھ امن، پنڈت سندر لال اور دوسرے حضرات بھی شریک ہوں گے۔

وفد اردو کے معاملے کو ممبران پارلیمنٹ تک پہنچانے اور ان کو سمجھانے کے لئے مختلف ذرائع استعمال کرے گا

داخلے کی مہم

انجمن ترقی اردو اتر پردیش نے امسال دارالمصنفین کی نگرانی میں اس مہم کو شروع کیا ہے اور اس کے لئے ایک ایسے کارکن کا تقرر کیا ہے جن کو اردو کی خدمت کا ذوق اور پرائمری اسکولوں کی تعلیم کا ذاتی تجربہ بھی ہے۔ وہ مسلسل ضلع کا دورہ کر رہے ہیں۔ انجمن ترقی اردو کی شاخیں قائم کر رہے ہیں اور ان کے تحت اردو پڑھنے والے طلبا کے داخلے کی مہم چلا رہے ہیں۔

انجمن ترقی اردو شاخ اعظم گڑھ کی طرف سے عنقریب ایک اپیل بھی شائع ہو رہی ہے۔ امید ہے کہ ہمدردان اردو اس مہم میں کارکنان انجمن کا ہاتھ بٹائیں گے اور جہاں جہاں انجمن کے سفراء اور کارکن نہ پہونچ سکیں وہاں کے لوگ خود ذمہ داری محسوس کریں گے اور اپنے قریب کے اسکولوں کا جائزہ لے کر ان میں اردو پڑھنے والے طلبا کا داخلہ کرائیں گے۔

(راشد علی صاحب انصاری اعظمی کے مضمون قومی آواز سے شکریے کے ساتھ اقتباس)

خواتین کی جدوجہد

انجمن ترقی اردو اتر پردیش کی مجلس عاملہ نے لکھنو کی خواتین کا شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے جنوری [illegible] میں اردو بازار لگایا اور اس طرح انجمن کے لئے سرمایہ فراہم کیا۔ اس نے ان حضرات اور خواتین کا بھی شکریہ ادا کیا جنھوں نے بازار کے لئے سامان بھیجا یا فراہم کیا۔

مجلس عاملہ نے طے کیا کہ اس سال بھی سرمایہ فراہم کرنے کے لئے لکھنؤ اور دوسرے مقاموں پر زنانہ بازار لگائے جائیں۔ اس غرض سے اس نے ایک کمیٹی بنادی ہے جس کی ممبر بیگم ڈاکٹر محمد رفیق حسین، بیگم ڈاکٹر محمد امین اور بیگم سلطانہ حیات (کنوینر) ہیں۔

٭ اردو کنونشن کے رہ جانے والے ہوئے دوسرے مسائل کے بارے میں یہ طے پایا کہ انھیں انجمن ترقی اردو ہند کے سکریٹری صاحب کے پاس اس کمیٹی کی سفارش کے ساتھ بھیجا جائے کہ براہ کرم ان امور کو انجمن کی مجلس عاملہ میں پیش فرماکر ان کے بارے میں کل ہند اساس پر ایک لائحۂ عمل مرتب کیا جائے اور اس لائحۂ عمل کو روبراہ لانے میں ایڈھاک کمیٹی کے امکان بھر تعاون کا پیش کش کیا جائے۔

بقیہ: سنسکرت اور ہندستان

لے کر بیٹھے چڑھنا بن گیا۔ اب اگر آپ اسے بہت بہت چڑھنا کہیں یا بہت پر بہت دھر کر بیٹھنا کہیں تو بھی صحیح نہ معلوم ہوگا۔ جو مثالیں ہم نے اسموں کی دی ہیں یہی حال فعل میں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بیٹھ کا مادہ وشٹ اور اٹھنے کا مادہ، اتشٹ ہے لیکن اب وشٹنا اور اتشٹنا کہیں تو بڑی مشکل آئے گی۔ اس لئے انھیں تو بیٹھنا اور اٹھنا ہی رہنے دینا چاہئے البتہ ان کا مادہ سمجھ لیا جائے تو بہت اچھا ہے۔ اسی لئے تو ہم اردو والوں سے یہ کہتے رہتے ہیں کہ وہ ہندی ہی نہیں بلکہ سنسکرت بھی پڑھیں۔ اچھی اردو جاننے کے لئے یہ بھی ضروری ہے۔ علامہ پنڈت دتاتریہ کیفی مرحوم کی ریسرچ اسی لئے کامیاب رہی کہ وہ ان زبانوں سے لگاؤ رکھتے تھے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ زبان کا تعصب دور ہو جانے پر امید اور آس اپنے اپنے مقام پر استعمال ہونے لگیں گے خادمان ادب کو آس نہ توڑنی چاہئے۔ یہ عبوری دور ہے ایسے دور میں زندگی کے ہر شعبے میں انتشار ہوتا ہے۔ وہی زبانوں کے مسئلہ میں بھی پایا جاتا ہے۔

اردو کنونشن کرنول

روداد ایڈھاک کمیٹی مقرر کردہ اردو کنونشن (کرنول) منعقدہ ۲۴ مئی [illegible]

حاضرین (۱) افضل العلماء ڈاکٹر محمد عبدالحق (۲) پروفیسر آل احمد سرور، (۳) عبدالقادر سروری۔ (کنوینر)

حسب ذیل حضرات کو آپٹڈ اراکین کی حیثیت سے شریک اجلاس تھے۔ (۱) ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی (دہلی یونیورسٹی)۔ (۲) پروفیسر قیصر زیدی (جامعہ ملیہ دہلی)

اردو کنونشن کرنول منعقدہ ۲۸، دسمبر [illegible] کی سفارشات پر غور کیا گیا اور طے پایا کہ کمیٹی کو فی الحال حسب ذیل امور پر توجہ مرکوز کرنا چاہئے۔

(۱) اردو ذریعہ تعلیم کے ساتھ ایک کالج کسی موزوں مقام پر قائم کرنے اور کل ہند اساس اور کوآپریٹیو اصول پر ایک اشاعت گھر قائم کرنے کے وسائل پر غور کرکے دونوں کے لئے اسکیمیں مرتب کی جائیں۔

(۲) جن جامعات میں اردو کی تعلیم اور خاص طور پر بی۔ اے آنرز اور ایم۔ اے کی تعلیم کا انتظام نہیں ہے اس کا انتظام کرانے اور جماعتیں قائم کرانے کی جدوجہد کی جائے۔ ٭

یوپی میں یوم مطالبۂ اردو

انجمن ترقی اردو یوپی کی مجلس عاملہ نے ۲۴ جون کے اجلاس میں جو فیصلے کئے تھے ان میں ایک اہم فیصلہ یہ تھا کہ جس وقت پارلیمنٹ میں حد بندی کمیشن کے مسودہ قانون پر بحث شروع ہو اردو کو علاقائی زبان قرار دینے کے مطالبے کے لئے پورا زور لگا دیا جائے۔

اس مقصد کے لئے کئی محاذوں پر سرگرمی دکھانے کی ضرورت ہے ایک محاذ خود دہلی میں ہوگا جہاں انجمن کا ایک وفد ارباب حل و عقد کو مطالبے کی طرف توجہ دلانے کے لئے مختلف اقدامات کرے گا۔ دوسرا محاذ ریاست یوپی کے اندر ہوگا۔

اس سلسلے میں انجمن ترقی اردو اترپردیش کے سکریٹری حیات اللہ انصاری صاحب نے اعلان کیا ہے کہ ۱۶ جولائی کو جب کہ پارلیمنٹ میں حد بندی کمیشن کے مسودۂ قانون پر بحث شروع ہوگی، سارے اترپردیش میں یوم مطالبہ اردو منایا جائے گا۔ جگہ جگہ بڑے بڑے جلسے ہوں جس میں مطالبہ کیا جائے کہ اترپردیش کا لسانی مسئلہ اس وقت تک حل نہیں ہو سکتا جب تک اردو کو اس ریاست میں سرکاری طور پر تسلیم نہ کر لیا جائے اور وہ سب حقوق جو حد بندی کمیشن کے مشورے کے مطابق لسانی اقلیتوں کو دئے گئے ہیں۔ اردو کو اس ریاست میں قانونی طور پر نہ دے دئے جائیں۔

اس جلسہ میں یہ بھی واضح کیا جائے کہ اردو کا مسئلہ قطعی فرقہ وارانہ نہیں ہے جو لوگ اسے فرقہ وارانہ بنانا چاہتے ہیں، وہ دو قومی نظریے کے حامی ہیں اور ہندوستان میں پھوٹ اور انتشار پھیلانا چاہتے ہیں۔

اردو ایسا قومی سرمایہ ہے جس کے وارث سب رہتے ہیں اسے کسی ایک فرقے کی ملکیت ماننے کا مطلب ہے۔ دوسرے کا حق غصب کرنا اردو کے حامی ہیں نہ کہ کسی کا حق غصب کرنے کے۔

اسی جلسے میں یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ اردو کا مطالبہ کرنے والے کسی طرح بھی ہندی کے مخالف نہیں ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ہندی ترقی کرے اور وہ خود نیز ان کے بچے ہندی میں مہارت حاصل کریں۔

اس جلسہ میں یہ بھی واضح کر دیا جائے کہ یہ مطالبہ کہ اردو کو ریاست میں سرکاری طور پر تسلیم کیا جائے یا دوسرے لفظوں میں اسے علاقائی زبان مانا جائے۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ اسے اس ریاست کے کسی مخصوص علاقے کی زبان تسلیم کر لیا جائے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اردو کو وہ تعلیمی، کلچرل، عدالتی اور دفتری حقوق جن کو حد بندی کمیشن نے بھی تسلیم کیا ہے۔ قانونی طور پر دے دئے جائیں۔

جلسے سے پہلے اپنے مقاصد کا اعلان لاؤڈ اسپیکر اور پوسٹروں کے ذریعے کر دیا جائے۔ ۱۶ جولائی سے اردو ہفتہ کا آغاز ہوگا۔ اس ہفتے میں دو باتوں کی طرف خاص طور سے توجہ دی جائے گی۔

ایک تو یہ کہ انجمن کو عوامی بنانے کے لئے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ممبر بنایا جائے اور دوسری بات یہ کہ اسکولی مہم کی رفتار کو تیز کیا جائے اور زیادہ سے زیادہ سرپرستوں کے دستخط انجمن کے مطبوعہ فارموں پر حاصل کر کے زیادہ سے زیادہ اسکولوں میں بچوں کو داخل کرایا جائے اور اردو رائج کرانے کی کوشش کی جائے۔

اس سلسلے میں شاخوں کے نام گشتی جاری کر دی گئی ہے۔ جو صاحب مزید تفصیل چاہتے ہوں وہ انجمن ترقی اردو نظر باغ لکھنؤ کے پتے پر خط و کتابت کریں۔

بلند شہر انجمن ترقی اردو شاخ بلند شہر کا ایک جلسہ زیر صدارت جناب محمد ظفر صاحب برنی منعقد ہوا اس جلسہ میں صوبائی تعلیمی اردو مہم اور مسٹر حیات اللہ صاحب انصاری کی ایک گشتی پر بھی غور کیا گیا۔ اور حسب ذیل کارکنوں کے علاوہ کئی اور حامیان اردو نے بھی شرکت کی۔

سید انصار حسین صاحب زیدی، صدر انجمن۔ محمد ظفر صاحب برنی جنرل سکریٹری انجمن۔ نظر برنی صاحب۔ خازن و پروپیگنڈا سکریٹری حکیم محمود الحق صاحب ممبر انجمن اور راجیشور دیال صاحب سکینڈ چیرمین میونسپل بورڈ بلند شہر اور طالب چاندپوری ممبر وغیرہ (نظر برنی پروپیگنڈا سکریٹری)

اُردو دُنیا

آریہ سماج اور اردو

(روزنامہ تیج کے اداریے کی چند سطریں)

اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو آریہ سماج کے پرچار میں اردو نے کہیں زیادہ حصہ لیا ہے آریہ سماج کے لٹریچر میں "کلیات آریہ مسافر" تو ہے ہی اردو میں بیشتر بھجن پستکیں بھی اردو میں رہی ہیں ہون اور سندھیا تک کی کتابیں اردو میں مقبول ہوئیں۔ آریہ سماج کی غرض تو پرچار سے تھی اور ہے یا ہونی چاہیے۔ یہ زبان اور لپی کے چکر میں اب سے پہلے کبھی نہیں پڑا۔

آریہ سماج اور اُردو

(روزنامہ سنسار کے اداریے کی چند سطریں)

پچھلی صدی کے آخر میں اور اس صدی میں بھی آریہ سماج نے ہندی بھاشا کی بہت سیوا کی ہندی کے بعد آریہ سماج کا جس بھاشا میں سب سے زیادہ لٹریچر شائع ہوا وہ اردو زبان ہے سوامی شردھانند اپنے زمانے میں آریہ سماج کے بہت بڑے نیتا تھے۔ ان کے متعلق یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ اردو میں زیادہ لکھتے تھے یا ہندی میں لیکن لالہ لاجپت رائے کے متعلق آسانی سے کہا جاسکتا ہے کہ انھوں نے ہندی کے مقابلے میں اردو میں زیادہ لکھا یہی بات لالہ خوش حال چند (موجودہ آنند سوامی) اور مہاشے کرشن کے متعلق آسانی سے کہی جاسکتی ہے کہ پنجاب میں آریہ سماج کے نیتا ہوتے ہوئے انھوں نے سماج کی زیادہ تر سیوا اردو میں کی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہندی آریہ سماج کی دھارمک زبان ہے۔ یہ ویسی ہی بات ہے جیسے مسلم لیگ والے اردو کو مسلمانوں کی زبان کہا کرتے تھے۔

اردو فارسی کی کتابیں

لائبریریاں اردو فارسی اور عربی کتابوں کے ساتھ جو سلوک کر رہی ہیں ان پر ہم ایک نوٹ لکھ چکے ہیں۔ آج ایک بمبئی کے معاصر نے اس سلسلے میں ایسی خبر سنائی کہ پڑھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔ وہ لکھتا ہے کہ

بمبئی میونسپلٹی کے لائبریری ڈپارٹمنٹ نے پرانی کتابوں کی فروخت کے سلسلے میں اردو فارسی اور عربی کتابوں کے دو ڈھائی سو قلمی نسخے بھی ردی کے ساتھ [illegible] فروخت کردیے یہ ردی کچھ اس بھاؤ سے فروخت ہوئی کہ ۹۰۲۹ کتابیں جن کا وزن ۹۲۰۵ پونڈ تھا ۲۱ روپیہ دو آنے میں بکی۔

ان ہی ۹۰۲۵ کتابوں میں ۲۲۹ اردو، فارسی، عربی کتابیں تھیں۔ اور ان ہی میں ۲۴۰ قلمی نسخے تھے۔

لطف یہ ہے کہ یہ علمی سرمایہ کسی بزرگ نے میونسپلٹی کو دیا تھا اور اس شرط پر دیا تھا کہ اسے کتب خانہ سے باہر نہ جانے دیا جائے۔ بلکہ جو لوگ مستفید ہونا چاہیں وہ کتب خانے میں بیٹھ کر ان کا مطالعہ کریں۔

یہ حالت ہے اردو فارسی اور عربی سے نفرت کی دولت برباد ہو۔ معاہدے ٹوٹیں۔ لوگوں کا نقصان ہو۔ کچھ بھی ہو۔ لائبریری ان خرافات سے پاک ہوجائے۔ حد ہے جہالت کی۔

اُردو کا مسئلہ

مدیر معارف شاہ معین الدین صاحب صدر انجمن ترقی اردو شاخ اعظم گڑھ نے نامہ نگار قومی آواز کو بتایا کہ اگر شری داتار نے جو بیان پارلیمنٹ میں دیا ہے کہ اردو کا کیس نہیں بنتا صحیح ہے تو یہ انتہائی افسوس ناک بات ہے دستخطی مہم سے زیادہ کوئی جمہوری طریقہ اردو کو یوپی میں علاقائی زبان ثابت کرنے کا نہیں ہوسکتا۔ حیرت کی بات ہے کہ یہ اب بھی کہا جائے کہ اردو کا کیس نہیں بنتا۔ بہتر تو یہ تھا کہ وہ طریقہ بھی بتا دیا جاتا جس سے کہ کیس بن سکتا تاکہ ہم وہی طریقہ اختیار کریں۔

شاہ معین الدین نے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ محبان اردو اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کریں ورنہ اس سے زیادہ کوئی بدقسمتی نہیں ہوگی۔ (قومی آواز)

انجیل کا ترجمہ اُردو میں

کیتھولک کلیسا کی مشنری کوششوں کے ادارے نے اعلان کیا ہے کہ وہ انجیل مقدس کا کیتھولک عقیدہ سے پہلا ترجمہ اردو میں عنقریب شائع کرے گا۔ اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ یہ نسخہ ملتان (پاکستان) میں ہاتھ سے لکھا گیا ہے اور فوٹو لے کر اسے شائع کیا جائے گا۔ (ریاست)

اردو اور پنجاب

موقر ہفتہ وار اخبار ریاست دہلی اپنی اشاعت ۵ /۲۰ جون میں پنڈت جواہر لال نہرو کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے :-

پنجاب کے ہندی اور پنجابی مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے پنجاب میں اردو رسم الخط کے ختم ہونے پر بھی دو آنسو بہائے . جس کے لئے اردو زبان آپ کی شکرگزار ہو گر سوال یہ ہو کہ کیا آپ کے یہ دو آنسو کچھ اثر بھی کر سکتے ہیں حالانکہ آپ کے وزیراعظم ہوتے ہوئے ان دو آنسوؤں میں اثر ہونا چاہئے تھا جا ہے ہندوستان کے کروڑہا حامیان اردو کی آنکھوں سے بہنے والا طوفان نوح اب تک یوپی، دہلی اور پنجاب کی حکومتوں . پبلک کے نمائندہ وزرا اور ممبران اسمبلی کو متاثر نہ کر سکا ۔

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ؟
دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

حامیان اردو پنڈت نہرو کے شکرگزار ہیں کہ آپ نے پنجاب میں اردو رسم خط کے جاری رکھنے کے حق میں رائے دی . مگر سوال یہ ہے کہ جس صورت میں کہ آپ کے بار بار زور دینے پر بھی صوبہ یو، پی تک میں اردو زبان کا کریاکرم کردیا گیا اور وہاں کے وزیر اعلیٰ مسٹر سمپورنانند نے اس صوبہ میں اردو زبان کی تمام اپیلوں کو خارج کرنے کے بعد اس کی موت کے وارنٹ جاری کرتے ہوئے یہ بھی کہہ دیا کہ یو پی کے کسی علاقے میں بھی اردو نہیں بولی جاتی . آپ کی ایسی تقریروں کے کیا معنی ہیں . جن کا نہ اب کوئی نتیجہ نکلا اور نہ آئندہ کسی نتیجہ نکلنے کی کوئی توقع ہے کیونکہ یوپی . پنجاب اور دہلی میں اردو زبان سیاست اور مذہب کے ہاتھوں ہلاک ہوگئی اور اس زمانے میں جب سیاست اور مذہب متحد ہوکر کسی زبان کو ذبح کریں تو اس زبان کو کون بچا سکتا ہے ۔

ہندستان کی حالت عبرت ناک ہے کہ جہاں کا وزیراعظم تو اردو کے زندہ رکھنے کے حق میں فتوے دے رہا ہو . مگر صوبہ جات کی گورنمنٹیں مرکزی گورنمنٹ کے حاکم اعلیٰ کے اس فتویٰ کو ٹھکراتی چلی جارہی ہیں اور کوئی نہیں پوچھتا کہ اگر مریدوں کے پیر جی ایک مسئلہ کے خلاف رائے دیں اور دادا پیر اس مسئلہ کے حق میں تو مرید پیر جی کے حکم کی تعمیل کریں یا اپنے دادا پیر کے حکم کی یعنی دہلی یو، پی اور پنجاب کے حامیان اردو کیا ان صوبہ جات کی گورنمنٹوں کی اردو دشمنی سے مایوس ہو جائیں یا پنڈت نہرو کی طفل تسلیوں کو قابل وقعت قرار دیں . بہرحال ہماری اب قطعی رائے یہ ہے کہ اگر حامیان اردو . اردو کو ہندوستان میں زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو وہ ایک ڈیپوٹیشن کے ذریعہ پنڈت نہرو اور مولانا ابوالکلام آزاد سے مل لیں اور اُن سے اردو کو زندہ رکھنے کے لئے ہاتھ باندھ کر التجا کریں اور پھر بھی اگر یہ دونوں اصحاب قطعی بے بس ہوں اور ان التجاؤں پر کوئی توجہ نہ دیں تو پھر ہمیں بھی وہی طریقے استعمال کرنے چاہئیں جو طریقے اکالیوں نے استعمال کئے یا اب جن سنگھی کر رہے ہیں . کیونکہ ہندستان کی جمہوری حکومتیں ان طریقوں کے بغیر کسی دوسرے طریقہ سے متاثر نہیں ہو سکتیں .

اردو کی مخالفت کیوں

دیکھنے اور سننے میں آیا ہے کہ اسکول اور کالج کے منتظمان کا رویہ اردو کے لئے نہایت ہی افسوسناک دن بہ دن ہوتا جارہا ہے وہ اردو کا نام ونشان مٹا دینا چاہتے ہیں . وہ اردو کو اسکولوں سے ہمیشہ کے لئے ختم کرنے پر تل گئے ہیں . اپنے اس مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اردو کے مضمون کو کلاسوں کے ٹائم ٹیبل سے نکال دیا ہے اور اردو ٹیچروں کو جو سینئر گریڈ میں کام کر رہے ہیں . ان کو ڈی گریڈ کرنے کے نوٹس دے دئے گئے ہیں . یہ ٹھیک نہیں . میری اپیل ہے کہ اردو کو وہی بلند درجہ دیا جائے جو کہ آزادی سے پہلے تھا .

(لیکچرار سندہ ایم . اے . ایل . ٹی . پرتاب باغ . دہلی)
(تیج دہلی)

نئے اردو اخبار کا اجراء

دہلی . اردو جگت " کا پہلا پرچہ ۷ جولائی کو شائع ہوگا اس کے ایڈیٹر ٹھاکر پریم چند ورما . جنرل سکریٹری آل انڈیا کشتریہ سنگھ . جنرل سکریٹری آل انڈیا راجپوت مہا سبھا ہیں .

سنسکرت اور ہندستان

بھارت کے ودھان میں سنسکرت ہی ایک ایسی زبان ہے جو کسی علاقے میں بولی نہیں جاتی لیکن اسے اس لئے ودھان میں جگہ دی گئی کہ وہ ہندستان کی ساری زبانوں کی ماں ہے پنڈت جواہر لال نہرو بھی سنسکرت ہندی پریشد کے اجلاس میں یہ بات کہہ چکے ہیں اور پرسوں راشٹرپتی راجندر پرشاد نے بھی حیدرآباد میں سنسکرت کالج کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے یہ بات کہی کہ سنسکرت اس دیش میں کلچرل اور سیاسی یک جہتی کا سرچشمہ ہے۔ اب چونکہ ہندستان آزاد ہوگیا ہے لہذا اس زبان کو بھی ترقی دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ سنسکرت کے شبدوں کے روپ ہندستان کی مختلف زبانوں میں پہلے سے مختلف ضرور ہوگئے ہیں لیکن تھوڑی چھان بین سے پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ ودھان میں بھی مانا گیا ہے کہ زیادہ تر الفاظ ہندی میں سنسکرت کے آدھار پر بنائے جائیں گے۔ اس لئے بھی سنسکرت کی اہمیت بہت زیادہ ہوگئی ہے لیکن سنسکرت کے دھاتوں یعنی مادے سے واقف ہونا ایک بات ہے اور الفاظ کو پھر سے اس کے پرانے روپ میں لے جانا یہ اور بات ہے مثلاً راتری سے اب رات بن گیا ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم راتری کے لفظ کو چھوڑ کر رات کا لفظ اختیار کریں گے اس کے لئے یہی دیکھنا ہوگا کہ ہندستانی عوام زیادہ تر راتری بولتے ہیں یا رات البتہ مرکبات میں جیسے شوراتری یہ لفظ اپنے اصلی روپ میں زبانوں پر چڑھا ہوا ہے۔ اسی طرح لفظ سوریہ اب ہماری زبان میں سورج بن گیا ہے تو کیا لفظ سورج چھوڑ دیا جائے ہم نہیں کہتے کہ لفظ سوریہ کو بھی چھوڑا جائے کیونکہ مرکب کی صورت میں ہندی میں سوریادے ہی کہا جائے گا۔ سورج اودے غیر فصیح مانا جاتا ہے لیکن صدیوں سے ہندی میں رات اور سورج رائج ہیں۔ گرو نانک صاحب فرماتے ہیں:۔

نام خماری نانکا چڑھی رہے دن رات

ان کے بعد دوسرے گرو انگد صاحب فرماتے ہیں:۔

جے سو چندا اوگوے سورج چڑھے ہزار
اتے چانن ہوندیاں گور بن گھور اندھیار

اس سے معلوم ہوا کہ سولھویں صدی عیسوی میں رات اور سورج مستعمل ہو چکے تھے۔ کبیر صاحب تو اس سے بھی ایک صدی پہلے ہوئے ہیں وہ فرماتے ہیں:۔

پہر رات اُٹھ لپٹا دہیں

سورداس اور تلسی داس تو خیر بعد میں ہوئے ہیں۔ اسی طرح سنسکرت کے لفظ چندر سے چند اور پھر چاند ہوگیا آج یہ تینوں لفظ مستعمل ہیں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ چاند کا لفظ رائج کرکے چندر اور چند کو خارج کر دیجئے بلکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تینوں رائج رہیں ان کا الگ الگ موقعہ محل سے استعمال کرنا اہل ادب کا کام ہے اب اگر عید کا چاند ایک محاورہ ہوگیا ہے اگر اسے عید کا چندر کہیں تو غیر فصیح معلوم ہوتا ہے اور اگر اس محاورہ ہی کو زبان سے خارج کردیں تو یہ بھی گھاٹے کی بات ہے۔ اب دن مہوتسو کہا جاتا ہے اس سے زیادہ بن مہوتسو لوگوں کی سمجھ میں آجاتا ہے۔ بندرابن سورداس اور میرابائی کے یہاں برابر بندرابن ہی آیا ہے اب اگر اسے بندراون کرنا چاہیں تو یہ خواہ مخواہ کی طوالت ہوگی۔ بنارس کو وارانسی بنانے کی بات بھی ایسی ہی ہے۔ کاشی اور بنارس دونوں ہی زبانوں پر چڑھے ہوئے ہیں اب ایک تیسرا لفظ لانا قدامت کا احترام تو ہو سکتا ہے۔ لیکن کچھ ضروری نہیں ہے۔ ہاں ایک بات کہی جاسکتی ہے کہ صرف ہندی اور اردو کو ہی نہیں دیکھنا ہے بلکہ اور زبانوں کو بھی دیکھنا ہے۔ اگر ان میں سنسکرت لفظ اپنی اصلی صورت میں موجود ہیں تو انہیں بھلایا یا چھوٹا کیوں کیا جائے۔ یہ صحیح ہے اور ہم مانتے ہیں کہ بنگلہ زبان میں بہت سے سنسکرت شبد اپنے اصلی روپ میں رائج ہیں یہ بھی صحیح ہے کہ کہاں کے مقابلے میں ان کا کوتا سنسکرت کے کُتہ سے زیادہ قریب ہے۔ لیکن یہ بھی تو دیکھنا ہوگا کہ کوتا اور کُتہ اور کتنے صوبوں میں رائج ہے۔ پنجابی میں کتھے ہوگیا ہے جو کہہ اور تھے بمعنی جگہ کا مرکب ہے۔ نرسی جی کا جو مشہور بھجن گجراتی بھاشا میں مہاتما گاندھی کے آشرم میں گایا جاتا تھا اور اب بھی ان کی سمادھی پر اور بلیدان دوس پر اکثر گایا جاتا ہے اس میں لفظ ہاتھ آیا ہے۔ یہ سنسکرت کا ہست ہے جو فارسی میں دست میں اور گجراتی اور ہندی اردو میں ہاتھ ہوگیا پنجابی میں بھی ہتھ ہے اور اردو محاورے میں پنجابی سے مدد

(باقی صفحہ ۵ پر ملاحظہ کیجئے)

تبصرے

کاروانِ حجاز

ماہرالقادری کی شخصیت ہندستان اور پاکستان میں ایک ادیب شاعر اور صحافی کی حیثیت سے محتاجِ تعارف نہیں۔ زیرِ نظر کتاب ان کے سفرِ حجاز کی روداد ہے جو نہایت ذوق و شوق حسنِ ارادت و جوشِ عقیدت کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ حال ہی میں وہ زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔ اور یہ کتاب ان کے تاثرات و مشاہداتِ سفر کا بیان ہے۔ اندازِ بیان اس قدر دلکش اور کیف انگیز ہے کہ کتاب شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ ذیل کے اقتباس سے ہمارے دعوے کی تصدیق ہو سکتی ہے۔

"اسی عالمِ خیال و تصور میں بابُ السّلام سے داخل ہوئے۔ اور مسجدِ نبوی میں جا پہنچے۔ یہ سرو قامت ستون، یہ معلّقا جھاڑ فانوس۔ یہ نظر افروز نقش و نگار۔ ایک ایک چیز آنکھوں میں کھنچی جا رہی ہے اور اس ظاہری چمک دمک سے بڑھ کر جمال و رحمت کی فراوانی جیسے مسجد نبوی کے در و دیوار سے رحمت کی خنک شعاعیں نکل رہی ہیں

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گل چینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

کی معنویت آج سمجھ میں آئی تجلیوں کا وہ ہجوم کہ آنکھیں جلوے سمیٹتے سمیٹتے تھکی جا رہی ہیں۔ یہاں کے انوار کا کیا پوچھنا۔ یہ آفتاب جہاں تاب بیچارہ اس جلوہ گاہ کے ذروں کا ادنیٰ غلام ہے"

یہ کاروانِ حجاز کا دوسرا ایڈیشن ہے تعداد صفحات ۲۲۴ قیمت ۴/- روپے۔ مکتبہ فاران کیمبل اسٹریٹ کراچی نمبر ۱ سے منگایا جا سکتا ہے۔

فردوس

یہ ماہرالقادری کا مجموعۂ اشعار ہے۔ اس سے پہلے بھی ان کے چار مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ فردوس میں ۱۹۳۵ء سے لیکر ۱۹۵۵ء تک کا کلام شامل ہے۔ یہ نظموں اور غزلوں پر مشتمل ہے جو حسنِ طباعت کے ساتھ کراچی سے شائع ہوا ہے۔ ماہر، اقبال سے بہت متاثر ہیں۔ جیسا کہ خود لکھتے ہیں کہ

چہرۂ فکر معانی کو نکھارا تو نے ۔ زلفِ دوشیزۂ اردو کو سنوارا تو نے
علم و حکمت کے مسائل کو دیا شعر کا رنگ ۔ کس مہارت سے ہم آغوش کئے شیشہ و سنگ
فکرِ افسردہ کو پروازِ عطا کی تو نے ۔ لبِ خاموش کو آوازِ عطا کی تو نے

مگر وہ مقلدِ جامد نہیں ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ علم و حکمت کے مسائل کو کیونکر شعر کا رنگ دیا جاتا ہے۔ اگر زندگی کے حقائق کی سیدھے سپاٹ طریقے سے ترجمانی کر دی جائے تو وہ کچھ اور تو ہو مگر شعر نہیں ہو سکتا۔ اس کے برخلاف اگر شعریت موجود ہے لیکن مقصدیت سے عاری ہے تو بھی وہ سچی شاعری کہے جانے کی مستحق نہیں۔

حق اگر سوزی ندارد حکمت است
شعر می گردد چو سوز از دل گرفت

ماہر کی شاعری میں حکمت اور سوز کا نہایت لطیف امتزاج ملتا ہے۔ انھوں نے اپنی نظموں میں جو بعض خارجی اور دوسرے موضوعات پر لکھی گئی ہیں۔ خوبی کے ساتھ اپنا نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔ مانا کہ ان کی شاعری کا دار و مدار بڑی حد تک جذبات پر ہے مگر شعر خود جذبات کا کھیل ہے اس کے علاوہ ان کے یہاں جذبات میں ایک خاص توازن اور اعتدال ملتا ہے جو طبیعت پر ایک خوش آیند اثر چھوڑتا ہے ان کی غزلیات میں خیال کی رفعت اور اسلوب کی لطافت بدرجہ اتم ہے جس پر وہ یقیناً مستحق مبارکباد ہیں۔

ماہرالقادری زبان و محاورہ کی جزئیات پر کافی نظر رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کے یہاں اس قسم کی اغلاط نظر نہیں آتیں۔ تاہم بندہ بشر ہے بعض فروگذاشتوں پر نگاہ رک گئی۔ مثلاً صفحہ ۳۸ پر تکین۔ تزئین۔ صاحب و دریاں آیۂ قرآن میں نون کا اظہار۔ شکستِ آئینہ کی ترکیب بھی مشتبہ ہے۔ نیز صفحہ ۹۷ پر زاں مساداتے کہ فطرت شرمسار کی بندش ناقص ہے۔ تعداد صفحات ۱۷۲۔ قیمت ۲/۸ روپے

حیاتِ مسعودی

محمد عباس خاں شیروانی مرحوم علی گڑھ کے ان فرزندوں میں تھے جو سرکاری فرض منصبی کی ذمہ داریاں کے ساتھ علمی مشاغل سے بھی غافل نہ تھے۔ اجلاس کی مصروفیات سے جو وقت بچتا تھا وہ یا تو گھر پر تصنیف و تالیف میں۔ یا لائبریریوں میں جا کر کتب بینی میں صرف کرتے تھے۔ جہاں تک ہمیں علم ہے مرحوم نے تین کتابیں

یادگار چھوڑیں۔ حیات مسعودی۔ شروانی نامہ اور تاریخ الاتاریخ
حیات مسعودی [illegible] میں چھپ گئی تھی۔ شروانی نامہ جو شروانی خاندان کا تذکرہ ہے [illegible] میں شائع ہوا اور تاریخ الاتاریخ جس میں ہمارے تاریخی سرمایے کی پوری تفصیل ہے ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

حیات مسعودی حضرت مسعود غازیؒ کی سوانح حیات پر مشتمل ہے جس میں موصوف کے غزنی سے ہندوستان آنے سے لے کر بہرائچ کی جنگ میں شہید ہونے تک کے تمام واقعات و روایات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

محمود غزنوی کے بعد اور محمد غوری کی فتوحات سے قبل ہندوستان میں چند مقامات ایسے تھے جہاں مسلمانوں کی آبادیاں قائم ہو چکی تھیں اور اسلامی علوم و فنون کی نشو و نما شروع ہو گئی تھی۔ یہ اجمیر۔ بہرائچ۔ بدایوں۔ قنوج۔ ناگور تھے یہ عجب حسن اتفاق ہے کہ بہرائچ اور بدایوں دونوں کو حضرت سالار مسعود غازی سے خصوصیت حاصل ہے۔ مصنف نے تاریخی بیانات کے ساتھ ان جگہوں کی مقامی روایات پر بھی پوری بحث اور محاکمہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس سلسلے میں بدایوں اور دوسرے مقامات میں جو اثری اکتشافات ہوئے ہیں ان سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ ظاہر ہے کہ تقریباً ایک ہزار سال کے پرانے واقعات پر نقد و جرح آج آسان نہیں۔ بایں ہمہ انھوں نے کسی روایت کو آنکھیں بند کرکے قبول نہیں کیا۔ بلکہ ہر بیان کو دلائل کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کی ہے۔ اس غرض سے انھوں نے سفر بھی کئے اور ہر ممکن ذریعے سے مواد فراہم کیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ تاریخ سے ذوق رکھنے والے اصحاب اس کی قدر کریں گے قیمت اور پتہ درج نہیں ہے۔

حیرت زار

بعض ناقدین طرز بیدل کو سبک ہندی کہہ کر اس کا درجہ گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں یا لطف زبان کی کمی اور اغلاق کی زیادتی کی شکایت کرتے ہیں۔ مگر اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ وہ تخیل کا بادشاہ ہے۔ بیدل کے یہاں خیالات کی نزاکت، استعارات کی ندرت اور طرز بیان کی بداعت اس انتہائے عروج پر پہنچی ہوئی ہے۔ جہاں ایران و ہندوستان کا کوئی شاعر مشکل سے ٹھہر سکتا ہے۔ یہی اس کے کلام کے اغلاق و اشکال کا راز ہے۔ اصل یہ ہے کہ وہ ایک صوفی شاعر اور مفکر ہے۔ وہ جو کچھ کہتا ہے آپ بیتی کہتا ہے۔ اس لئے ان نازک واردات کے اظہار کے لئے اس کو مخصوص تعبیرات سے کام لینا پڑتا ہے یہ تعبیرات بھی قدرتاً اس کے ذاتی اختراع ہیں۔ اگر وہ کوئی رسمی شاعر ہوتا تو تقلیدی طرز اظہار پر ہی قناعت کر لیتا۔ بیدل کا علو مرتبت اس سے ظاہر ہے کہ غالب اور اقبال دونوں اس سے متاثر ہوئے ہیں۔ غرض بیدل کا کلام نظم و نثر ہر اعتبار سے قابل غور و توجہ کا متقاضی ہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس سلسلے میں چند مضامین کو چھوڑ کر کوئی ٹھوس کام نہیں ہوا۔ البتہ چند سال ہوئے افغانستان میں بیدل پر ریسرچ شروع کی گئی تھی یا حال میں پاکستان میں خواجہ عباد اللہ اختر نے اس بحث پر ایک مفید کتاب شائع کی ہے۔

ان حالات میں یہ امر موجب مسرت ہے کہ پروفیسر محمد عطاء الرحمٰن عطا کاکوی نے پٹنہ سے اشعار بیدل کا ایک انتخاب "حیرت زار" کے نام سے شائع کیا ہے۔ شروع میں بیدل کے متعلق نیاز فتح پوری کے تاثرات سید سلیمان ندوی مرحوم کا مقالہ (مرزا بیدل کیا عظیم آبادی نہ تھے) نیز اقبال اور بیدل کے عنوان سے ڈاکٹر ابواللیث صدیقی بدایونی کا مضمون دے دیا ہے۔ اور ان کے بعد مناسب عنوانات کے تحت بیدل کے کلام کا انتخاب درج کیا ہے۔ امید ہے کہ کلام بیدل کے شائقین بہ حالت موجودہ اس تحفے کو مغتنم سمجھیں گے۔ اس بات کا ضرور افسوس ہے کہ مرتب نے اغلاط کی تصحیح کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ کتاب کی قیمت ۱۲/۱ روپے ہے اور ایوان ادب پٹنہ نمبر ۴ سے طلب کی جا سکتی ہے۔ (ضیاء احمد)

انجمن کی کتابیں

● پبلشر:- آل احمد سرور ● پرنٹر: ... پریس علی گڑھ